



سوال

(21) اللہ تعالیٰ کی ذات مبارکہ

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ کی ذات مبارکہ کو عقلاً سمجھائیں اور ثابت کریں؟

الجواب بعون الوهاب بشرط صحیحہ السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!
الحمد للہ، والصلوة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے وجود کے منکر ہر زمانہ میں بہت تھوڑے رہے ہیں، اکثریت ان لوگوں کی رہی ہے جو اللہ کے وجود کے تو انکاری نہیں ہیں، لیکن اللہ کے ساتھ شرک کرتے چلے آ رہے ہیں۔ قرآن کریم سورہ یوسف میں ہے:

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ؛ لِلَّهِ أَلَا وَهُمْ مُشْرِكُونَ (یوسف: ۱۰۶)

”اکثر لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے بھی اس کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار حد درجہ کی جہالت ہے، سوائے اس آدمی کے جو اپنے عقل کا دیوالیہ کر بیٹھا ہو، دوسرا کوئی آدمی خالق کائنات کے وجود کا منکر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہی سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جن گمراہ قوموں کا تذکرہ کیا ہے، وہ سب کی سب مشرک تھیں۔ ان میں سے کوئی بھی دہریا اللہ کی ذات کے وجود کا انکاری نہ تھا اور جتنے بھی انبیاء کرام علیہ السلام ان قوموں کی طرف مبعوث ہوئے، انہوں نے توحید کی تبلیغ کی اور شرک کی تردید کی اللہ کے وجود کے منکر سے شاید ہی سابقہ پڑا ہو۔ سورہ ابراہیم میں ہے۔

قَالَتْ رَبُّنَا الَّذِي أَلْهَمَ الْفَاعِلِينَ (ابراہیم: ۱۰)

”ان قوموں کے رسولوں نے فرمایا کہ کیا اللہ کے بارے میں شک ہو سکتا ہے جو زمینوں اور آسمانوں کا مالک ہے؟“

یہ سوال ایک عقل سلیم رکھنے والے سے ہے، یعنی ہر عقل سلیم رکھنے والا انسان کوئی پھوٹی سے پھوٹی چیز دیکھ کر سمجھ جاتا ہے کہ کسی کارہیگر کی بنائی ہوئی ہے۔ کیونکہ کسی عقل مند انسان کے ذہن میں یہ بات بیٹھ ہی نہیں سکتی اور نہ ہی وہ اس کے ممکن ہونے کا تصور بھی کر سکتا ہے کہ پھوٹی سے پھوٹی چیز بھی بغیر صانع کے وجود میں آ سکتی ہے، تو پھر یہ اتنا بڑا



کارخانہ ہے زمین، آسمان سورج، چاند اور ستارے، پہاڑ، دریا، نہریں، سمندر، درخت، باغ اور باغیچے مطلب کہ یہ پوری کائنات بغیر خالق اور صانع کے کس طرح خود بخود وجود میں آگئی؟ اس طرح کی بے ہودہ بحواس کوئی عقل کا اندھا ہی کر سکتا ہے لیکن کوئی عقلمند ایسی وابہیات بحواس کرنے کے لیے تیار نہیں ہوگا۔

تاریخ کی کتابوں میں عباسی خلافت کے وقت کا ایک واقعہ مذکور ہے کہ اس وقت ایک دہریہ آیا جو کہ اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکاری تھا اور لوگوں سے خالق کے وجود کو ثابت کرنے کے لیے عقلی دلائل مانگنے لگا۔ خلیفہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف آدمی بھیجا۔ امام صاحب کچھ دیر سے پہنچے ان سے دیر سے پہنچنے کا سبب دریافت کیا گیا، امام صاحب فرمانے لگے کہ میں دریا نے دجلہ کے کنارے پر پہنچا تو دیکھا کہ کئی تختے جدا جدا پڑے ہیں جب میری نظر ان تختوں پر پڑی تو یہاں سے یہ تختہ بھاگا اور وہاں سے وہ تختہ بھاگا اور آکر آپس میں مل گئے اور ایک کشتی تیار ہو گئی، جس پر سوار ہو یہاں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں میری تاخیر کا یہی سبب ہے۔ اس پر دہریہ (خالق کا انکاری) کہنے لگا کہ واہ! آپ نے میرے مقابلہ کے لیے بلایا ہے جو ایسی بے عقل بات کر رہا ہے کہ الگ الگ تختے خود بخود بغیر کسی بنانے والے کے آپس میں مل کر ایک کشتی تیار ہو گئی، یہ تو سراسر بے عقلی کی بات ہے۔ اس پر امام صاحب کہنے لگے اے اسحق، جاہل! تو صرف ایک کشتی کے خود بخود بننے کا انکاری ہوا اور بغیر بنانے والے کے اس کا بن جانا، بے عقلی کی بات تصور کرتا ہے تو پھر اتنے بڑے کارخانے کا خود بخود بغیر کسی صانع کے بن جانا اس پر تجھے کس طرح جرات ہوئی کہ تو یہ نظریہ لکھے تو اسحق اور جاہل ہے۔ ایسا عقلی جواب سن کر دہریہ بالاجواب ہو گیا اور خلیفہ نے ان کی گردن مارنے کا حکم دے دیا۔

مقصود یہ تھا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے وجود اور ہستی پر اس کائنات کا ذرہ ذرہ گواہ ہے۔

اس ذات پاک ہستی کا انکار سوائے عقل کے اندھے کوئی انسان نہیں کر سکتا۔ دنیا کے مشہور بتیس (۳۲) یا اس سے بھی زیادہ سائنسدانوں نے اپنے سائنسی انکشافات اور تجربات علوم کی بنا پر یہ واشگاف اقرار کیا ہے کہ بیشک اللہ ہے۔ انہوں نے اپنے اس مستحکم عقیدہ پر سائنسی تجربات اور کئی دلائل پیش کیے ہیں وہ سارے ایک کتاب میں مذکور ہیں۔ وہ کتاب اصلاً انگلش میں ہے جو (Godis) کے نام سے ہے۔ اس کا ترجمہ اردو زبان میں شائع ہوا ہے جس کا نام ہے ”خدا ہے“ وہ کتاب ہماری لائبریری میں موجود ہے۔

بہر حال اس حقیقت کا اتنا واضح ہونا اور اس پر تقریباً کائنات کے تمام عقلمندوں کے اتفاق کے باوجود بھی آج کل عقل کے اندھے کمیونسٹ اور سوشلٹ ”بے حیا باش و حرچرچہ خواہی کن“ کے مصداق اپنے عقل کے دشمن بن کر اللہ کے بندوں کو گمراہ کرنے اور ان کو سیدھے رستے سے ہٹانے کے لیے کھلم کھلا بے ہودہ سر آپ رہے ہیں کہ اللہ کی ذات ہے ہی نہیں اور اس کو عقل سے ثابت کرو وغیرہ وغیرہ اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے سورہ نمل میں فرعون اور ان کے ساتھیوں کے متعلق فرمایا کہ:

وَجَّوَا يٰۤاٰو سَيِّقَتِيۡۤا نَفْسِيۡمُ غُلَاۗوُ غُلُوۗا (النمل: ۱۴)

ان کے دلوں نے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حقانیت و صداقت کا یقین کر لیا لیکن باہر سے محض ظلم اور تکبر کی وجہ سے انہوں نے انکار کیا۔ اسی طرح یہ ظالم بھی اگرچہ اللہ کے وجود کو دل سے مانتے ہیں اور ان کو ان کا ضمیر جھنجھوٹا رہتا ہے لیکن محض ظلم، حدود توڑنے اور نفسیاتی خواہشات کی بے لگام پیروی کر کے زبان سے بے اختیار اللہ جل و اعلیٰ کی ہستی کا انکار کر رہے ہیں۔ اس لیے ہم یہاں پر کوئی بھی تین دلیل سائنٹیفک نمونے پر اپنے منصف و مزاج اور حق کے طالبوں پر عقل کی آواز پر کان لگانے والوں کے لیے تحریر کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اسی میں حق کے طالبوں کے لیے کافی اور شافی تسلی اور تشفی بخش رہنمائی کا سامان مہیا کرے گا۔ (اللهم آمین)

(1)۔۔۔۔۔ یہاں پر یہ دلیل ہم کو سائنٹیفک طور پر پیش کر رہے ہیں، لیکن دراصل یہ قرآن کریم کی سورت مومنوں کی اس آیت سے ماخوذ ہے:

وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَتْ فِيۡ لَلْأَرْضِ وَآتَا عَلٰى ذُنَابٍ يٰۤاٰو نَقَّوۡنَ (المومنون: ۱۸)

”ہم نے نازل کیا آسمان سے ٹھیک اندازے کے مطابق ایک خاص مقدار میں پانی اور اس کو زمین میں ٹھہرایا اور ہم اس کو جس طرح چاہیں غائب کر سکتے ہیں۔“

اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ آغاز پیدائش میں اللہ تعالیٰ نے ایک ہی وقت زمین پر اتنا پانی نازل فرمایا کہ قیامت تک کہہ ارض کی ضروریات کے لیے ان کے علم کے مطابق کافی



تھا، وہ پانی زمین کے ہی نشیبی حصوں میں قرار پکڑ گیا جس سے سمندر اور نہریں وجود میں آئیں اور اسی ہی پانی سے زیر زمین یا (Sub-Soil-Water) پیدا ہوا۔

اب یہ اسی پانی کا ہی بہرہ پھیر ہے کہ جو سردی گرمی اور ہواؤں کے ذریعے ہوتی رہتی ہے۔ اسی کو ہی برف پوش پہاڑ، دریا، چشمے اور کنوئیں زمین کے مختلف حصوں میں پھیلاتے رہتے ہیں اور یہی بے شمار چیزوں کی پیدائش اور ترکیب میں شامل ہوتا ہے اور پھر ہوا میں تحلیل ہو کر اصل ذخیرے کی طرف واپس جاتا رہتا ہے، شروع دن سے لے کر آج تک اس پانی کے ذخیرے میں نہ ایک قطرہ کمی ہوئی ہے اور نہ ہی ایک قطرہ زیادہ کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے، یہ تو آیت کریمہ کا مطلب تھا، اب دلیل کی وضاحت کی جاتی ہے۔

آج مدرسہ یا اسکول کے ہر ایک طالب کو معلوم ہے کہ وہ ہائیڈروجن اور آکسیجن کے دو گیسوں کے امتزاج یا ملنے کی وجہ سے بنا ہے اور یہ حقیقت بھی سائنسدانوں کے ہاں ہے کہ یہ سمندر وغیرہ بہت عرصہ پہلے اس طرح وجود میں آئے کہ ماضی میں ہائیڈروجن اور آکسیجن دونوں گیسیں ایک وقت میں زیادہ مقدار میں آپس میں ملیں جس کے نتیجے میں اوپر فضا سے بے حساب پانی گرا جو زمین کے نشیبی حصوں میں قرار پکڑ گیا جس کی وجہ سے سمندر وغیرہ وجود میں آگئے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ یہ یا کیمونسٹ کے کہنے کے مطابق اس کائنات کو چلانے والا پیدا کرنے والا جس کو اللہ کہا جاتا ہے وہ ہے ہی نہیں تو پھر وہ بتائیں کہ سائنسی انکشافات اور تحقیقات موجب جبکہ اب بھی فضا میں وہ گیسیں، ہائیڈروجن اور آکسیجن موجود ہیں تو پھر وہ آپس میں اس انداز میں کیوں نہیں ملتی جس انداز میں ماضی بعید میں آپس میں ملیں تھیں کہ جن کی امتزاج کی وجہ سے بڑی مقدار میں اوپر سے پانی گرا تھا کہ جس کی وجہ سے سمندر، نہریں یا زیر زمین پانی قرار پکڑ گیا۔ ظاہر ہے کہ آج بھی اگر وہ دونوں گیسیں آپس میں اس انداز سے ملیں تو اوپر سے بے انتہا پانی گرنے شروع ہو جائے کہ جس سے انسان بلکہ پوری جاندار چیزوں کا کیا حشر ہوتا، یہ ہر عقلمند جان سکتا ہے مگر آج وہ دونوں گیسیں اتنی بڑی مقدار میں آپس میں نہیں ملتیں، آخر کونسی ہستی ہے جس نے مخلوقات کی ضروریات کے مطابق دونوں گیسوں کو ملنے بڑے انداز میں ملا کر اتنا بڑا پانی کا ذخیرہ مہیا کیا، لیکن آج وہ ہستی ان دونوں گیسوں کو آپس میں اتنی بڑی مقدار میں ملنے نہیں دیتی۔ آخر وہ کون سی ہستی ہے؟ حالانکہ وہ دونوں گیسیں آج بھی فضا میں موجود ہیں مگر کون ہے جو ان کو اتنی بڑی مقدار میں ملنے سے روک رہا ہے؟

اسی طرح یہ بھی سوال ہے کہ آخر کون ہے جو پانی کے بخارات سے آکسیجن اور ہائیڈروجن کو الگ الگ کرتا ہے فضائی آکسیجن کو ہائیڈروجن کے ساتھ ملنے سے روک رہا ہے۔ مگر یقین رکھیے ان ملحد دہریوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ کیونکہ وہ دونوں گیسیں تو ایک اندھا، بہرا اور لاشعور مادہ ہے ان میں یہ سمجھ کہاں سے آئی کہ آج اگر ہم اتنی بڑی مقدار میں ملے جاندار چیزیں تباہ اور ہلاک ہو جائیں گی جبکہ ان مادوں میں کوئی شعور نہیں ہے تو لا محالہ ماننا پڑے گا کہ ایک قادر مطلق ہستی جو اپنی بے پناہ قدرت کے ساتھ ایک وقت میں مخلوقات کی ضروریات کے لیے ان کی تخلیق سے پہلے ان گیسوں کو اتنی انداز میں آپس میں ملایا جس سے بڑی مقدار میں اوپر سے پانی گرا، لیکن آج وہ قادر قدیر ہستی ان کو اتنی بڑی مقدار میں اس قدر ملنے سے روک رہی ہے، وہ ہستی ہے جس کو ہم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کہتے ہیں۔

بہر حال اس حقیقت باہرہ سے انکار کرنے کی جرات سوائے ضدی ملحد اور عقل کے دشمن دہریہ کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔

مطلب کہ اس سوال کو ان کے پاس کوئی معقول جواب نہیں ہے۔ یہاں البتہ وہ جان بھڑانے کی خاطر یہ کہیں گے بلکہ کہتے بھی ہیں کہ ان باتوں میں ہم کیوں پڑیں یہ کسی طرح بھی ہے، لیکن ہمیں پتا نہیں ہے تو پھر ہم ان کے پیچھے کیوں پڑیں! اس سے خاموش رہنا بہتر ہے۔

حالانکہ ہر عقل سلیم رکھنے والا انسان ان کے اس جواب سے ان کی نمایاں شکست اور مغلوبیت کا اندازہ لگا سکتا ہے۔

إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ (الانعام: ۲۱)

اس آیت کا خلاصہ مولانا مودودی رحمہ اللہ کی تفسیر "تفہیم القرآن" کی سورہ مومنوں کی مذکورہ آیت کریمہ کی تشریح سے ماخوذ ہے۔

دلیل نمبر ۲: محترم ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب اپنی کتاب "انسان کائنات اور قانون فطرت" کے صفحہ نمبر ۱۱۰ پر "انسانی جسم" کے عنوان سے جدید علوم (تشریح انسانی



متعلق) حاصل شدہ علوم و معارف، سائنسی تجربات اور مشاہدات کی بنیاد پر اس طرح رقمطراز ہیں۔ ”مرد کے پیدائشی مادے سے یعنی نطفے کے ایک مکعب سینٹی میٹر میں اڑھائی کروڑ مٹی کے جراثیم ہوتے ہیں اور عام حالات میں ایک دفعہ میں لگنے ہی مکعب سینٹی میٹر جتنا مادہ ہوتا ہے۔ جس میں ماہرین کے اندازے کے مطابق (0.0) کروڑ جراثیم (مٹی کے زندہ جراثیم) ہوتے ہیں۔ ان نصف ارب جراثیم میں سے ہر ایک میں ایک مکمل انسان بننے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے، لیکن دوسری طرف صرف ایک جراثیم عورت کے بیضے میں داخل ہوتا ہے، جو تخلیق انسانی کا باعث بنتا ہے، اسی طرح ہر بالغ عورت کے مخصوص حصے میں (۴) چار لاکھ کچے بیضے موجود ہوتے ہیں، لیکن ان میں صرف ایک بیضہ پکا ہو کر اپنے مقر وقت پر ظاہر ہوتا ہے، تاکہ مرد کا کوئی ایک جراثیم اس میں داخل ہو کر ایک مکمل حیاتی کالونٹ بن کر حمل کی صورت اختیار کرے، یہاں پر ڈاکٹر صاحب کی عبارت پوری ہوئی۔

اس عبارت سے اللہ خالق کائنات کے وجود پر دلیل ملتی ہے جبکہ سائنس اور جدید علوم انسانی جسم کی تشریح کے متعلق تھی۔ حقیقت ثابت ہوئی کہ مرد کے ایک دفعہ کے نطفہ میں نصف ارب جراثیم ہوتے ہیں جن میں ہر ایک جراثیم میں ایک مکمل انسان بننے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ اسی طرح عورت کے مخصوص حصہ میں چار لاکھ کچے بیضے موجود ہوتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ مرد کے نصف ارب جراثیم میں سے صرف ایک ہی جراثیم عورت کے بیضے میں کیوں داخل ہوتا ہے؟ باقی جراثیم کیوں داخل نہیں ہوتے؟ وہ کونسی طاقت ہے جو باقی جراثیم کو عورت کے بیضے میں داخل ہونے سے روکتی ہے؟ بذات خود ان جراثیم میں تو کوئی شعور نہیں ہوتا اور نہ ہی مرد کے نطفے (یا پیدائشی مادہ) میں کوئی سمجھ یا شعور ہوتا ہے۔ پھر کون ہے جو ان کو کنٹرول کرتا ہے اور ایک سے زائد جراثیم کو عورت کے بیضے میں داخل ہونے سے روکتا ہے؟ اسی طرح عورت کے مخصوص حصے میں چار لاکھ کچے بیضے ہوتے ہیں، ان میں صرف ایک ہی پکا ہو کر کیوں ظاہر ہوتا ہے؟ زیادہ کیوں نہیں پکے ہو کر ظاہر ہوتے ہیں؟

ظاہر ہے کہ اگر مرد کے ایک سے زیادہ جراثیم عورت کے بیضے میں داخل ہو جائیں یا عورت کے بھی ایک سے زیادہ کچے بیضے پکے ہو کر مرد کے جراثیم کو قبول کرنے کے لیے ظاہر ہو جائیں تو عورت بچاری کا کیا حشر ہوتا ہے ہر عقلمند جانتا ہے، اسی حشر یا نقصان کا شعور بے شعور مادے میں کہاں ہے، بہر حال اس سوال کا جواب ان عقل کے دشمنوں کے پاس کہاں سے آیا، ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔

اگر اللہ خالق کائنات قادر مطلق کی ہستی کے قابل ہو جائیں تو اس سوال کا فوراً حل مل جائے گا، یعنی وہ اللہ کی ذات ہے جو مرد کے جراثیم میں سے صرف ایک مرثومہ کو عورت کے بیضے میں داخل ہونے کے لیے تیار کرتا ہے اور باقی اجزا کو نہیں چھوڑتا۔

اسی عورت کے تمام بیضوں میں سے صرف ایک کو پکا کر کے مرد کے جراثیم کو داخل کرنے کے قابل بناتا ہے، باقی بیضے اس کے امر کے مطابق کچے ہی رہتے ہیں اور مرد کے جراثیم کو قبول کرنے کے قابل ہی نہیں ہوتے۔ فاعلم والیا اولی الابصار، اس سے ایک بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آج کل کی سائنس خود اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلائل فراہم کر رہی ہے اور اسلام کے دین حق ہونے کا ثبوت فراہم کر رہی ہے۔

دلیل نمبر ۳: اس کائنات کے خلائم یکمیا اجرام فلکی حرکت کر رہے ہیں۔ سورج، چاند، زہرہ، مشتری، زحل، مریخ سفید ککشاں وغیرہ وغیرہ۔ قرآن کریم تو کہتا ہے:

كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ (الانبیاء: ۳۳)

یہ سارے اجرام فلکی اس خلا میں تیر رہے ہیں۔ سائنسدان اور جغرافیہ کے ماہرین کی بھی یہ تحقیق ہے کہ سورج اپنی مدار پر گھوم رہا ہے، چاند زمین کے ارد گرد گھومتا ہے۔ دوسرے بے شمار سیارے اور ستارے اپنے اپنے دائرے میں حرکت کر رہے ہیں اور ان کی تحقیق کے مطابق کئی ہزار سال پہلے یہ وجود میں آئے اور اس وقت سے لے کر آج تک حرکت کر رہے ہیں۔ زمین بھی ان کی تحقیق کے مطابق سورج کے ارد گرد گھوم رہی ہے اور خود اور خود اپنے ارد گرد بھی یومیہ حرکت کر رہی ہے، اب یہ اللہ خالق اکبر کے انکاری بتائیں کہ یہ اتنے بڑے اجسام والے کئی ہزار سالوں سے اپنے دائرے میں حرکت کر رہے ہیں اور ان میں کوئی بھی دوسرے کے دائرے میں ذرا برابر داخل نہیں ہوتا، کوئی بھی اپنی حرکت طلوع یا غروب میں کسی بھی موسم میں ایک سیکنڈ بھی آگے پیچھے نہیں کرتا۔ اتنا بڑا نظام آخر کس طرح چل رہا ہے، وہ کون ہے جو اتنی بڑی جسامت والی مخلوق کو خلائم میں ایک



مقرر دائرے (Sphere) میں کنٹرول کیے ہوئے ہے کہ ایک انچ بھی لپٹنے مدار سے نہیں ہٹتے۔ کیا قادر مطلق کے علاوہ کوئی ہے؟ یا اس بے پناہ قدرت رکھنے والے کے سوائے ممکن ہو سکتا ہے؟ اگر تھوڑی سی عقل والا سوچے گا تو فوراً بولٹھے گا ہرگز نہیں، ان عظیم اجرام میں سے کوئی بھی اتنے بڑے لمبے عرصے اور لامحدود وقت تک لپٹنے مدار پر اتنا کھڑا نہیں ہو سکتا کہ ایک بال بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلتا۔

علاوہ ازیں ملتے بڑے ہائل شمسی اجرام حرکت تو بعد کی بات ہے، مگر اولاً تو ان کے متعلق سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ وجود میں کیسے آئے؟ کیونکہ کائنات کی کوئی بھی چیز خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی وہ بغیر صانع کے وجود میں نہیں آ سکتی اور نہ ہی کبھی آئی ہے، تو پھر پہلے وہ جواب دیں کہ وہ وجود میں کس طرح آئے؟ ان کے پاس معقول جواب کوئی نہیں ہے۔ صرف حقیقت ثابتہ کو ملنے سے انکار کے شوق میں ایسی الٹی سیدھی باتیں کریں گے جس سے ہر سمجھدار انسان فوراً اندازہ لگا لے گا کہ یہ صواب محض خالتوں باتیں کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں اور محض دفع الوقتی اور سمجھدار لوگوں کو بے وقوف بنانا اور عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنا ہی ان کا شیوہ ہوتا ہے۔ ان عظیم اجرام کے چھوٹی چھوٹی مثالیں آج سائنس سے فراہم کر دیں عصری سائنسدانوں نے مصنوعی سیارے بنا کر زمین کے چاروں طرف روانہ کر دیئے ہیں جو اس کے ارد گرد گھومتے ہیں کیا یہ مصنوعی سیارے خود بخود وجود میں آ گئے؟ ہرگز نہیں۔ بغیر صانع کے خود بخود بن کر اور خلا میں حرکت کرنے لگے؟ یا ان کے بنانے کے بعد خود بخود خلا میں اڑنے لگے، ہرگز نہیں بلکہ ان کے موجد نے ان کو حرکت میں لایا۔ کیا یہ مثالیں ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے کافی نہیں ہیں؟

یعنی جس طرح یہ مصنوعی سیارے یا راکٹ خلا میں بنانے والوں نے بنا کر پھلائے اسی طرح یہ عظیم اجرام فلکی کو بھی ایک خالق اکبر نے اپنی قدرت باہرہ سے پیدا کر کے ان کو اپنی مدار میں متحرک کر بنا دیا ہے اور اس خالق اکبر قادر مطلق کا نام اللہ ہے۔ سائنسدانوں نے میزائل وغیرہ جو کہ ریموٹ کنٹرول (Remote Control) طریقہ پر ہیں، یعنی ایک خاص جگہ یا کنٹرول کا مقام ہوتا ہے وہاں سے یہ فائیکے جاتے ہیں، جو جہاز وغیرہ کو نشانہ بنا کر اس کی تباہی کا سبب بنتے ہیں اور وہ کنٹرولنگ اسٹیشن سے طاقتور دوربینی (Powerful telescope) کے ذریعے مشاہدہ بھی کرتے ہیں کہ وہ واقعی نشانے پر لگے ہیں یا نہیں۔ اس ایجاد سے بھی ظاہر ہوا کہ اول یہ میزائل کن کارہ گروں نے بنائے، پھر ان کے رکھنے والوں نے ایک خاص نشانے پر فائر کیا۔ نہ یہ سارے خود بخود میں آئے اور نہ ہی وجود میں آنے کے بعد خود حرکت میں آئے اور نہ ہی مطلوبہ جگہ پر خود بخود جا لگے، یہ بالکل واضح ہے، پھر آخر اس کائنات کے ان ملتے بڑے اجرام فلکیہ کے بارے میں یہ احمقانہ خیال ان حضرات کو کس طرح آیا کہ وہ خود بخود وجود میں آئے اور خود ہی لپٹنے دائرے میں متحرک ہو گئے اور ہزاروں سال گزرنے کے باوجود نہ ان کی حرکت میں فرق آیا اور نہ ہی لپٹنے مدار سے ایک انچ بھی ہٹے ہیں۔ کیا یہ عقلمندوں کی گفتار ہے یا مجنون کی؟ یہی حقیقت ہے جس کی طرف یہ آیت کریمہ رہنمائی کرتی ہے:

إِنَّ لِلَّهِ يَكُ لِسَمَوَاتٍ وَ لَأَرْضٍ أَنْ تَرَوْهَا وَلَكِنْ زَانَتْ إِنْ أَنْسَخْنَا مِنْ أَمْرٍ بَعْدَهُ إِذْ كَانَ عَلِيمًا عَزِيزًا (الفاطر: ۴۱)

یعنی تمام فلکی اجرام اور زمین کو اللہ تعالیٰ ہی لپٹنے مدار میں اپنی جگہ پر روکے ہوئے ہے۔ ورنہ اگر وہ اپنی جگہ سے ہٹتے تو کوئی بھی ان کو روک نہیں سکتا۔

اور اگر وہ اپنی جگہ سے ہٹتے تو جاندار اشیاء کا کیا حال ہوتا، اس کے تصور کرنے سے ہی لپچی شروع ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے آیت کریمہ کے آخر میں فرمایا کہ "يَشَاكُ اللَّهُ تَعَالَىٰ بَرْدًا وَرُغَاءً" یعنی اسی وجہ سے بندوں کے گناہوں کے باوجود ان اجرام کو روکے ہوئے ہے اور ان کو چھوڑنا نہیں ہے، اس لیے کہ مخلوق نہ تباہ ہو جائے۔ انسان کی کوئی بھی چیز کتنی ہی بڑی محنت اور کارہ گیری کے ساتھ کیوں نہ بنائی گئی ہو، خواہ مشینری ہو، انجن ہو، ہوائی جہاز ہو یا کوئی اور چیز ہو، لیکن وہ دائمی طور پر نہیں چل سکتی۔ ایک کیلینک کسی کو مشین کو چلا دیتا ہے، لیکن وہ چل چل کر خراب یا نقص والی بن جاتی ہے، لیکن وہ مشین نہ خود بنی اور نہ ہی خود بخود چلا ہوئی، اس کو چلایا بھی کسی واقف نے، مگر پھر بھی اک وقت پر وہ خود بخود خراب ہو جاتی ہے۔ آٹومیٹک (Automatic) گھڑیاں ہیں لیکن ان پر بھی ہمارا تجربہ ہے کہ وہ بھی ایک وقت کھڑی ہو جاتی ہیں۔ ہوائی جہاز دیکھو کیسے تلا کو پیر کر چلتا ہے، لیکن اگر ان میں کوئی نقص پیدا ہوا یا پلٹے پلٹے اگر کھڑا ہوا تو وہ دھڑام سے زمین پر گر کر تباہ ہو گا اور اس میں سوار مسافر بھی اجل کا شکار ہو جاتے ہیں۔ کیا ان تمام واقعات کا ہم مشاہدہ نہیں کرتے؟ بہر حال ان تمام عجیب و غریب اشیاء کو کس نے بنایا اور پھر چلایا اور ان پر کنٹرول بھی کیسے ہوئے ہیں لیکن پھر کبھی بھار حوادث کا شکار ہو جاتے ہیں تو کیا یہ حیرت کی بات نہیں ہے کہ ملتے بڑے اجسام سورج اور اس کا نظام شمسی، چاند اور ستارے وغیرہ اور زمین ہزاروں سالوں سے چل رہے ہیں، لیکن پھر کیوں نہیں وہ لگتے اور نہ ہی ان میں کوئی نقص پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی ان میں سے کوئی لپٹنے مدار سے ایک بال جتنا بھی ادھر ادھر ہوتا ہے۔ ان کے طلوع و غروب کا نام مقرر ہے، جس میں کبھی ایک سیکنڈ تفاوت نہیں



ہوا ہے اور ان کی مقررہ رفتار کو دیکھ کر سورج کے طلوع اور غروب اوقات (ہر موسم میں) نقشے کی صورت میں بنائے جاتے ہیں جو کہ تقریباً صحیح ہوتے ہیں اور اسی حرکت اور ہیر پھیر کی بنیاد پر لوگوں کو خبر ہے کہ فلاں مہینے میں گرمی اور فلاں مہینے میں سردی آئے گی۔

کیا یہ سارا نظام جو کہ اتنا مستحکم اور مضبوط ہے اتنے لمبا عرصہ گزرنے کے باوجود اس میں کوئی تفاوت نہیں کیا؟ یہ سب کچھ بغیر صانع کے وجود میں آیا، یہ بغیر قادر مطلق کے باقاعدہ منظم طریقے سے چل رہا ہے؟ کیا یہ بات انسانی عقل میں آنے جیسی نہیں ہے ایک حقیقت پسند انسان فوراً پکار اٹھے گا، ہرگز نہیں، ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ بہر حال اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات کے وجود کے دلائل کائنات کے ذرے ذرے میں آنکھیں رکھنے والوں کے لیے موجود ہیں۔

باقی شیخ سعدی رحمہ اللہ کے قول کے مطابق۔

گر نہ یند بروز شبیر چشم

چشمہ آفتاب را چہ گناہ

اگر دن میں چمکا ڈر دیکھ نہیں سکتا تو اس میں سورج کا کوئی قصور نہیں ہے۔

ان صاحبوں کو یہ دلائل نظر نہیں آتے تو اس میں اس حقیقت ثابتہ کا کیا قصور ہے،

ایسے صاحب اپنی بیمار آنکھوں کا علاج کروائیں، اگر غور کیا جائے تو دوسرے دلائل بھی پیش کیے جاسکتے ہیں، لیکن اس جگہ پر دلائل کا احصار (شمار) مطلوب نہیں ہے (اگر درخانہ کس است یک حرف بس است) عقلمند کے لیے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔ ایک شاعر نے کہا ہے۔

طوفان نوح لانے سے اسے چشم فاندہ؟

دوا شک بھی بہت ہیں اگر اثر کریں

حدا ما عندی والنداء علم بالصواب

فتاویٰ راشدہ

صفحہ نمبر 146

محدث فتویٰ